مکاتیب

(۱)

محترم جناب محمد عمار خان ناصر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''خاطرات'' کے سلسلے میں ماشاء اللہ نہایت اہم اور فکر انگیز تحریریں شائع ہو رہی ہیں۔ ربِّ کریم آپ کو اس کے تسلسل اور دین کے حوالے سے سامنے آنے والے جدید چیلنجز کے مقابلہ کی ہمت ارزانی فرمائے۔ ''الشریعہ'' جون ۲۰۱۳ء کے خاطرات میں آپ نے ''عہد نبوی کے یہود اور رسول اللہ کی رسالت کا اعتراف'' کے زیر عنوان دینی مدارس کے طلبہ واساتذہ کے اس المیے کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ نہ صرف بالعموم جدید علوم سے واقفیت حاصل نہیں کرتے بلکہ اپنے روایتی علمی ذخیرے سے بھی نابلد ہیں۔ ان کے سامنے جب کوئی ایسی علمی بات کی جاتی ہے جو ان کی محدود نصابی آموخت سے مختلف ہوتی ہے تو وہ اسے فوراً گمراہی، بے راہ روی اور بدعت وتحریف پر محمول کرنے لگتے ہیں، اور اس طرف ان کا ذہن ہی نہیں جاتا کہ یہ بات قدیم علمائے اسلام کے ہاں بھی موجود ہو سکتی ہے۔ وہ اپنے اردگرد کے چند گنے چنے علما ہی کو علم کی کل کائنات سمجھتے ہیں۔ یہ بات آپ نے اس تناظر میں کہی ہے کہ مسجد اقصیٰ کی بحث میں آپ نے سورہ البقرہ کی آیات ۷۶ اور ۹۱ کی روشنی یہ ذکر کیا تھا کہ عہد نبوی کے بعض یہود حضور کو بنی اسماعیل کا نبی تسلیم کرتے تھے اور تنقید نگار نے اسلامی ذخیرہ علم سے عدم واقفیت کی بنا پر اس کو تحریف سے تعبیر کیا ہے۔ پھر آپ نے بخاری، فتح الباری اور طبری کے حوالے سے اپنے موقف کو موکد کیا ہے۔

محترم عمار صاحب! آپ تو اسلاف کے ہاں موجود کسی ایسے تفسیری نکتے کو ماننے کی بات کر رہے ہیں جو ہمارے علما کے ہاں معلوم ومعروف نہ ہو۔ ذرا غور کیجیے کہ اس تفسیری نکتے سے متعلق ان کا رویہ کیا ہوگا جو اسلاف کے ہاں موجود نہ ہو۔ حالانکہ راقم الحروف کی ناقص رائے میں دلائل موجود ہوں تو ایسے کسی نکتے سے بھی ابا ضروری نہیں۔

اگر، جیسا کہ ہمارے علما بھی بیان کرتے ہوئے نہیں تھکتے، قرآن ہر زمانے اور قیامت تک کے تمام بنی نوع انسان کے لیے رہنمائی کا سامان ہے۔ اور اقبال کا یہ بیان حقیقت ہے کہ قرآن کی حکمت قدیم ولایزال ہے (آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم۔ حکمتِ اولایزال است وقدیم)، اس کی آیات میں سینکڑوں نئے جہان موجود اور اس کے لمحات میں ان گنت زمانے بند ہیں (صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست۔ عصرہا پیچیدہ در آناتِ اوست)، تو پھر اس سے نئے زمانے میں کسی نئے نکتے کے اخذ کرنے پر ناک بھوں چڑھانے کی کیا گنجائش ہے!

قرآن نے دو چار مرتبہ نہیں سینکڑوں مرتبہ غور وفکر کرنے، عقل وفکر کی قوتوں کو کام میں لانے اور انفس وآفاق اور آیاتِ قرآنی میں تدبر پر زور دیا ہے۔ (مثال کے طور پر دیکھیے: البقرہ ۲:۱۶۳؛ النساء ۴:۸۲؛ العنکبوت ۲۹:۲۰؛ الذاریت ۵۱:۲۰۔۲۱ ومقاماتِ عدیدہ) وہ اللہ کے بندوں کی ایک نہایت اہم صفت یہ بیان کرتا ہے کہ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْھَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا ۔ (الفرقان ۲۵:۷۳) یہی نہیں بلکہ بلکہ وہ عقل سے کام نہ لینے والوں کو بدترین خلائق قرار دیتا ہے۔ (اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ. الانفال ۸:۲۲) قوائے حسی کو مشاہدہ فطرت اور ذہنوں کو تدبر وتفکر کے لیے استعمال نہ کرنے والوں کو حیوانوں سے بھی بدتر اور جہنم کے سزاوار ٹھہراتا ہے (وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَھَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَ لَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَ لَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۔ الاعراف ۷:۱۷۹) تو کیا آیاتِ قرآنی میں تدبر کے ذریعے ہدایت ورہنمائی کا حصول صرف بزرگانِ سلف تک محدود ہے اور اخلاف کے لیے کتاب وسنت کی روشنی میں ان میں آزادانہ غور وفکر ممنوع ہے۔ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو متاخرین میں شاہ ولی اللہ، اقبال اور دیگر متعدد ناموراور عظیم مفکرین کا وجود ناپید ہوتا۔

آپ نے اپنے ناقد کے جواب میں درست فرمایا کہ یہ کہہ کر کہ عہد نبوی کے بعض یہود حضور کو بنی اسماعیل کا نبی مانتے تھے، آپ ان یہود کی کوئی خوبی اجاگر نہیں کر رہے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی حکمتِ عملی کو کا یہ پہلو اجاگر کر رہے تھے کہ آپ نے حق بات کو اپنے مخاطبین تک پہنچانے اور ان پر اتمام حجت کرنے کا ایسا حکیمانہ اسلوب اختیار کیا کہ یہود کے ایک گروہ کے لیے آپ کی صریح تکذیب ممکن نہ رہی۔ لیکن راقم کے خیال میں اگر آپ یہود کی کسی خوبی کو اجاگر کر دیتے تو یہ بات بھی قرآن کے خلاف نہ ہوتی، کیونکہ قرآن حکیم میں اس کی واضح بنیادیں موجود ہیں۔ درج ذیل آیات ملاحظہ کیجیے:

وَ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ وَ مِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ. (آل عمران ۳:۷۵) لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَ رُھْبَانًا وَّ اَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۔ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (المائدہ ۵:۸۲۔۸۳)

پہلی آیت میں اہل کتاب کے منفی رویے کے ذکر کے ساتھ ساتھ ان کے بعض لوگوں کے دیانتداری پر مبنی رویے کی تعریف کی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ وہ ڈھیروں کی امانت میں بھی خیانت نہیں کریں گے اور دوسری آیات میں یہود اور مشرکین کی نسبت نصاریٰ کے اہل اسلام سے قریب تر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اس میں علما ومشائخ موجود ہیں جو تکبر نہیں کرتے اور جب رسول اللہ پر نازل ہونے والے کلام ربانی کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔

قرآن کے نقطہ نظر سے بات بھی کسی طرح قرین انصاف نہیں کہ اہل اسلام تمام غیر مسلموں کو ایک ہی عینک سے

دیکھیں۔ انہیں قرآن کی ان آیات کو پیش نگاہ رکھنا چاہیے جن میں بے لاگ انصاف کا حکم دیا گیا اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ کسی قوم کی دشمنی انہیں ناانصافی پر آمادہ نہ کرے۔ (مثلاً: المائدہ ۵:۸)

آپ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جس دعوتی حکمت عملی کا تذکرہ فرمایا ہے وہ بلا شک وشبہ ہر زمانے کے داعیانِ اسلام کے لیے مشعل راہ ہے۔ لیکن جانے عصر حاضر کے زیر بحث قبیل کے جذباتی علمائے کرام اسلام کی بہی خواہی کے بلند بانگ دعاوی کے باوصف حضور کے اسوہ حسنہ کے اس پہلو کو کیوں یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں! آج کے دور میں کوئی مسلمان اسلام کی تبلیغ اور اس کی انسانیت پسندی کے تعارف کے حوالے سے دیگر مذاہب کے لوگوں کی توجہ ان سے متعلق روادارانہ اور مثبت رویہ اپنائے بغیر حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر مسلمان غیر مسلموں سے خوہ مخواہ کا تعصب برتیں گے تو ان کے حوالے سے یہ کہنا نہایت آسان ہوگا کہ وہ تمام غیر مسلموں کو اپنا دشمن خیال کرتے ہیں اور ان سے دشمنی اور مخالفت کے سوا کچھ توقع نہیں رکھتے اور اس چیز کا اسلام اور اس کی دعوت اور مسلمانوں کے حوالے سے ضرر رساں ہونا محتاج دلیل نہیں۔

بعض یہود کی طرف سے حضور کو بنی اسماعیل کا نبی تسلیم کرنے کی تصویب کے ضمن میں ایک دلچسپ بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ امر صرف عہدِ نبوی کے اہل کتاب تک محدود نہیں، عصر حاضر کے اہل کتاب میں سے بھی بعض نمایاں لوگ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی تو ہیں لیکن اہل عرب کے لیے۔ مشہور مستشرق منٹگمری واٹ کا نام اسلام اور مستشرقین کے موضوع سے ادنی دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بھی اجنبی نہیں۔ انہوں نے Companion to the Quran کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن کے دیباچے میں لکھا ہے کہ گو میں ہمیشہ سے یہ سمجھتا تھا کہ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] صدق دل سے اپنے او پر وحی الٰہی کے قائل تھے، تاہم مجھے ایک عرصہ تک آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] کو پیغمبر تسلیم کرنے میں تامل رہا۔ اب البتہ میں یہ علی الاعلان کہتا ہوں کہ آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] عہد نامہ قدیم کے پیغمبروں کی طرح کے پیغمبر تھے۔ وہ مختلف قصص قرآنی کا قصص بائبل سے تقابل کر کے واضح کرتے ہیں کہ قصص قرآنی کو بائبل کی بعینہ نقل قرار دینا کسی بھی طرح درست نہیں۔ قصصِ بائبل اور قرآنی قصص میں اس نوعیت کا بنیادی اختلاف ہے کہ اس کی توجیہ بغیر اس کے کوئی نہیں ہو سکتی کہ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] پر عہد نامہ عتیق کے انبیا کی مانند وحی آتی تھی۔ البتہ عہد نامہ قدیم کے پیغمبر اپنے اپنے ادوار کے مذاہب کو ہدف تنقید بناتے تھے اور محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کا مقصدِ بعثت ان لوگوں کو ایمان باللہ کی دعوت دینا تھا جو کسی بھی دین کو ماننے کے روادار نہ تھے۔ اس دیباچے میں منٹگمری واٹ نے مشہور مستشرق مترجم قرآن آرتھر جے آربری کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسٹر آربری بھی حضور پر وحی الٰہی کے قائل تھے۔ مسٹر واٹ لکھتے ہیں کہ آربری نے اپنا ترجمہ قرآن اس زمانے میں کیا جب وہ ذاتی نوعیت کے پریشانیوں اور مسائل سے دوچار تھے۔ ترجمہ کی تکمیل کے بعد انہیں سکونِ قلب اور اطمینان کی دولت میسر آئی جس پر انہوں شکریے کا اظہار کیا اور واضح کیا کہ یہ شکریہ وہ اس قوتِ مطلقہ کا ادا کر رہے ہیں جس نے نبی [صلی اللہ علیہ وسلم] پر وحی نازل فرمائی۔

ڈاکٹر محمد شہباز منج

شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

محترم جناب مولانا زاہدالراشدی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امیر عبدالقادر الجزائری کے بارے میں ''الشریعہ'' اور ''ضربِ مؤمن'' کے درمیان جاری مکالمہ بہت دلچسپی سے پڑھا۔ چند باتیں ذہن میں ہیں جو گوش گذار کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) مفتی ابولبابہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے آپ کی تائید کردہ کتاب سے لکھا ہے اور باحوالہ لکھا ہے، اس میں اس کا عورتوں کے ساتھ اختلاط، مہمانوں کو شیمپئین پیش کرنا، کفار سے بڑی بڑی تنخواہیں وصول کرنا، غیر اللہ کے نام کی قسمیں کھانا، بالفاظِ خود ''ایک بچے کی طرح'' اپنے آپ کو کفار کے حوالے کر دینا، یہودیوں اور عیسائیوں کو مسلمان سمجھنا، پردے کو محض عربوں کا رواج کہنا، ان کی خوشامد کر کے معافیاں مانگنا وغیرہ خود آپ کی پسند فرمودہ کتاب سے ثابت ہے۔ اب آپ یا تو اقرار کریں کہ امیر عبدالقادر الجزائری واقعی اسی چال چلن کا آدمی تھا اور یا پھر تسلیم کریں کہ کائزر نے اس کے بارے میں غلط بیانی کی ہے، اس صورت میں آپ بھی تقریظ لکھنے کی بناء پر کائزر کی غلط بیانی میں شریک ٹھہرائے جائیں گے۔

(۲) آپ نے مفتی صاحب کے اعتراضات کا جواب دینے کی بجائے ان پر یہ الزام لگانے پر اکتفاء کیا ہے کہ ان کا لب ولہجہ ٹھیک نہیں ہے، ان کا انداز سخت ہے وغیرہ، اس کے جواب میں آپ اسی شمارے میں اپنے فرزند عمار خان ناصر کا شیخ اسامہ بن لادنؒ کے بارے میں لب ولہجہ ملاحظہ فرمالیں کہ دنیا سے رخصت ہو چکنے کے بعد شیخ کے بارے میں اس نوعیت کی الزام تراشی اور طعنہ بازی یہ کس قسم کی اخلاقیات ہے؟

(۳) آپ نے حضرت امامِ اہلِ سنتؒ کی ترجمانی کے مفتی صاحب کے دعویٰ کی سختی سے تردید کی ہے، اسے ناقابلِ برداشت بتایا ہے اور گمراہ کن قرار دیا ہے، عجیب بات ہے کہ جنہیں حضرت امامِ اہلِ سنتؒ کافر کہتے تھے، انہیں آپ مسلمان کہتے ہیں، جنہیں انہوں نے گمراہ قرار دیا انہیں آپ اہلِ علم میں شمار کرتے ہیں، جن نظریات کو انہوں نے بدعت وگمراہی سمجھا انہیں آپ ''تفرد'' خیال فرماتے ہیں، جن چیزوں کو وہ ''حرام'' کہتے تھے انہیں آپ ''ضروری'' قرار دیتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ ان کے نہ صرف ترجمان ہیں بلکہ آپ کے انداز سے ہٹ کر ان کی ترجمانی کا دعویٰ کرنے والا ''گمراہ'' ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب عقائد ونظریات اور اصول فروع میں امامِ اہلِ سنتؒ سے اختلاف کے باوجود آپ ان کے ترجمان بلکہ جانشین ہیں تو محض لب ولہجہ کے اختلاف کے ساتھ مفتی صاحب کا امامِ اہلِ سنتؒ کی ترجمانی کا دعویٰ کیوں گمراہ کن اور ناقابلِ برداشت ہے؟ حضرت امامِ اہلِ سنتؒ کے ہزاروں شاگرد اس وقت موجود ہیں جو حضرت کے مسلکی تصلب اور ''قدامت پسندی'' کے گواہ ہیں، حضرتؒ کی اپنے ہر شاگرد، مرید اور ملنے والے کو ''اپنے اکابر کا دامن نہ چھوڑنا'' کی نصیحت آج بھی ان سب کو خون کے آنسو رلاتی ہے، ان سب حضرات کی موجودگی میں جناب عمار خان ناصر نے الشریعہ کے امامِ اہلِ سنت نمبر میں حضرت کے مسلک ومشرب کو جس بے دردی سے مسخ

کیا ہے وہ سب تحقیق ہے اور مفتی صاحب اگر حضرت امامِ اہلِ سنتؒ کے مؤقف کو ان کا مؤقف بتاتے ہیں تو یہ بات گمراہ کن اور نا قابلِ برداشت ہے؟

(۴) آپ نے اپنے طرزِ عمل کے حق میں حضرت امامِ اہلِ سنت اور دیگر اکابر کے متعدد حوالہ جات و واقعات پیش فرمائے ہیں، جب آپ اپنی مرضی کے خلاف حضرت امامِ اہلِ سنتؒ اور دیگر اکابر کے کسی بھی فیصلے کو قبول کرنا لازم نہیں سمجھتے تو اپنے حق میں ان کی عبارات کو پیش کرنے کا آپ کو کیا حق ہے؟ آپ نے ''علمی وفکری مسائل میں طرزِ عمل'' کے عنوان سے بہت سے واقعات لکھے ہیں جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امامِ اہلِ سنت کو بیشتر مسائل میں آپ سے اختلاف تھا اور وہ آپ کو سمجھانے کی کوشش بھی کرتے تھے، آپ کے مؤقف کو ناجائز اور آپ کے افعال کو بدعت تک کہتے تھے، جبکہ آپ اکثر اوقات ان کی بات نہیں مانتے تھے، اور اب ان باتوں سے اس طرح استدلال فرما رہے ہیں کہ ''کبھی ہلکی پھلکی گفتگو سے بات آگے نہیں بڑھی''۔ آپ ہی فرمائیں کہ وہ آپ کو منع کرتے تھے، سمجھاتے تھے، اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتے تھے؟ کیا یہ آپ کی سعادت مندی کی نشانی ہے؟

(۵) اسی طرح آپ نے ''معاشرتی وسماجی تعلقات'' کے عنوان سے بھی بہت سی باتیں ذکر کی ہیں جن میں بعض فرقوں سے تعلق رکھنے والے بعض افراد کے جنازے وغیرہ میں آپؒ کی شرکت کا ذکر ہے، جبکہ دیگر فرقوں مثلاً شیعہ وغیرہ سے تعلقات میں انتہائی شدت وسختی اختیار فرمانے کا کوئی ذکر نہیں۔ کیا یہ بد دیانتی نہیں؟ اس عنوان کے تحت آپ نے مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور قاضی عصمت اللہ صاحب کے حوالے سے بھی بعض واقعات کا ذکر کیا ہے جبکہ خود حضرت شیخ کی تصریح کے مطابق یہ دونوں حضرات مماتی نہیں تھے، چنانچہ حضرت شیخ، ابو طاہر فتح خان صاحب کے خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت قاضی نور محمد صاحب، حضرت قاضی شمس الدین صاحب اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہم اللہ وغیرہ حضرات کا عند القبر صلوۃ وسلام کے سماع کا وہی عقیدہ تھا جو راقم کا ہے۔''

اور مماتیوں کے پیچھے نماز کے بارے میں فرماتے ہیں:

''راقم کا وہی جواب ہے جو دار العلوم کے صدر مفتی حضرت مولانا سید مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے، (کہ نماز مکروہ ہے) جو تسکین الصدور کی ابتداء میں درج ہے۔'' (مجلّہ المصطفیٰ امامِ اہلِ سنت نمبر ص ۷۴۴)

اہلِ بدعت کے بارے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''ان لوگوں نے شرک کے ساتھ مساجد کو بھی پلید کر دیا ہے۔ ان کے عقائد خراب ہیں، ان کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی'' (ذخیرۃ الجنان ج ۱۳ ص ۲۷۵)

حضرت کی اس قسم کی بے شمار تحریرات وواقعات کو چھپانا اور اپنی مرضی کے واقعات بیان کرنا، کیا دیانت اسی کو کہتے ہیں؟

(۶) یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ آپ ایک مخصوص طرزِ تکلم اور اندازِ بیان کو مکالمہ کے لیے لازم قرار دے کر اس سے انحراف کو بد تہذیبی قرار دے کر مسترد کر دیتے ہیں جبکہ عقائد ونظریات، مسائل ومعاملات، اور اصول وفروع میں ہر

شخص کو ہر بات کہنے کی آزادی دیتے ہیں اور اجماعی مسائل میں اختلاف کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ انتہائی ادب سے گذارش ہے کہ جب باقی تمام مسائل میں کوئی بھی شخص کوئی بھی رائے اختیار کرسکتا ہے تو اخلاق وتہذیب میں وہ کون سا فارمولا ہے جس پر ''اجماع'' منعقد ہو چکا ہے اور جس سے روگردانی قابلِ تعزیر جرم ہے؟ اگر قرآن پاک میں **فمثلہ کمثل الکلب، اؤلئک کالانعام بل ھم اضل، اؤلئک علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین، کمثل الحمار یحمل اسفارا**، اور حدیث شریف سے ''**امصص بظر اللات**''، **یا اخوۃ القردۃ والخنازیر** اور ابوالحکم کو ابوجہل کا نام دینا وغیرہ سے استدلال کرکے کوئی شخص اپنی تحریر میں کسی کو کتا، جانور، لعنتی، گدھا وغیرہ لکھے تو کس ''اجماعی'' دلیل سے وہ بدتہذیب کہلایا جائے گا؟

(۷) اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ امام اہلِ سنت کی نہ یہ زبان تھی جو مفتی صاحب نے اپنا رکھی ہے.....آپ کا یہ کہنا، کہ حضرت امام اہل سنت ہمیشہ نرم لب ولہجہ ہی اختیار کرتے تھے، درست نہیں۔ وہ جس طرح عموماً نرم اور دھیمے لہجے میں اپنا مؤقف سمجھاتے تھے، اسی طرح بوقت ضرورت ان کا لہجہ انتہائی تلخ اور شدید بھی ہو جاتا تھا، آپ خود ان کو پڑھیں تو انہوں نے بسا اوقات ''جنونی مولوی صاحب'' (مجلّہ صفدر امام اہل سنت نمبر ص ۵۶۷)، خمینی بھینگے نے... (ارشاد الشیعہ ص ۱۲۵) خمینی صاحب عقلی اندھے بھی ہیں (ایضاً ص ۱۳۱) افسوس ہے اس اسلام دشمنی اور عیسائیت پرستی پر (صرف ایک اسلام ص ۱۵) جن سیاہ بختوں کو...(ایضاً ص ۱۰۳) اپنی بدباطنی اور بری فطرت کا ثبوت دیا ہے....(ایضاً ص ۱۴۱) برق صاحب نے شقاوتِ قلبی کا ثبوت دیا ہے...(ایضاً س ۱۷۶) خان صاحب کے تعصب و ہٹ دھرمی کا ثبوت..(عباراتِ اکابر ص ۱۸) شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر کس دریدہ دہنی کا ثبوت خانصاحب نے دیا ہے..(عبارات اکابر ص ۲۵) مجنونانہ بڑھ..(ایضاً ص ۱۲۷) او بے حیا حکمرانو! تم سے زیادہ بے حیا اور بے غیرت کون ہے کہ ابھی تک ان کے دم چھلا بنے ہوئے ہو (ذخیرۃ الجنان ج ۱۳ ص ۱۵۰) وغیرہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں تو کیا کسی کو جنونی، بھینگا، اندھا، اسلام دشمن، عیسائیت پرست، سیاہ بخت، بدباطن، شقی القلب، متعصب، ہٹ دھرم، دریدہ دہن، مجنون، بے غیرت، بے حیا، وغیرہ کہنا جائز ہے اور امام اہل سنت کے کردار کے مطابق ہے؟ نہیں معلوم کہ اب آپ مفتی صاحب کو بدتہذیب قرار دینے سے رجوع کرتے ہیں یا حضرت امام اہل سنت پر بداخلاقی کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

(۸) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ کے مضامین کو ضربِ مؤمن میں شائع کرنا ضربِ مؤمن والوں کی اخلاقی ذمہ داری تھی اور انہیں شائع نہ کرکے گویا ضربِ مؤمن والوں نے صحافتی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ فی الواقع میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس قانونِ اخلاق کے تحت آپ کے مضامین وخیالات کو شائع کرنا ضربِ مؤمن والوں پر واجب ہے۔ ہر شخص اپنے مؤقف کو خود شائع کرتا ہے، آپ خود تو ''آزاد فورم'' کا دعویٰ کرنے کے باوجود مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب کا عمار خان ناصر صاحب کے جواب میں تحریر کیا گیا مضمون شائع کرنے کے بعد بھی اگلے ایڈیشن سے نکال دینے میں حق بجانب اور صحافتی اخلاقیات کے علمبردار ہیں جبکہ ضربِ مؤمن والے ''آزاد فورم'' کا دعویٰ نہ کرنے کے باوجود بھی آپ کے مضامین اپنے اخبار میں شائع کرنے کے پابند۔۔۔ آخر معاملہ کیا ہے؟

(۹) آپ نے مفتی صاحب کو یہ چیلنج بھی دیا ہے کہ وہ جس موضوع پر چاہیں آپ کے ساتھ مباحثہ کریں، لیکن اس کے لیے آپ نے شرط لگائی ہے کہ اگر یہ بحث ضربِ مؤمن یا اسلام کے صفحات پر ہوتی ہے تو آپ کے مضامین بھی ان میں شائع کیے جائیں، بصورتِ دیگر یہ مباحثہ الشریعہ میں ہو، اس پر پیچ شرط کے پیچ وخم کھولے جائیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ''یا تو مفتی صاحب آپ کے مضامین بھی ''ضربِ مؤمن'' میں شائع کریں اور یا پھر اپنے مضامین بھی اس میں شائع نہ کریں'' کیا اس نرالی دیانت داری کی اس سے پہلے بھی کوئی مثال ملتی ہے؟ پہلے بھی ''الشریعہ'' کے مختلف جرائد ورسائل کے ساتھ مباحثے چلتے رہے ہیں، کیا ان کے لیے بھی یہ عجیب وغریب شرط عائد کی گئی ہے؟ اگر نہیں تو ''ضربِ مؤمن'' پر ہی یہ شفقت کیوں؟

(۱۰) آپ کا فرمان ہے کہ الجزائری کی سوانح کے دار الکتاب سے جبرا شائع کروائے جانے کے معاملے میں ضربِ مؤمن نے غلط بیانی کی تھی اور اس غلط بیانی پر ضربِ مؤمن کو معافی مانگنی چاہئے، بجا۔ لیکن آپ کی توجہ ایک اور معاملے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جناب عمار خان ناصر کے ایک مضمون کی بنیاد پر مولانا عبد القیوم حقانی نے ان پر قادیانیت نوازی کا الزام لگایا اور انہیں اس سے باز رہنے کی تلقین فرمائی، آپ نے اس پر شدید ناراضی کا اظہار فرماتے ہوئے اسے ''دینی جدوجہد کی اخلاقیات'' کی خلاف ورزی قرار دیا، بلکہ ظلم کی انتہا کرتے ہوئے بعض ختمِ نبوت کے مرحوم اکابر بزرگوں کے ''دینی جد و جہد کی اخلاقیات'' سے عاری ہونے کے بھی کچھ واقعات ذکر کر دیئے۔ مگر الشریعہ مئی ۲۰۱۲ میں خاطرات کے عنوان سے جناب عمار خان ناصر نے خود اپنے قلم سے یہ اعتراف کر لیا کہ وہ در حقیقت اس سے پہلے قادیانیوں کو مسلمان سمجھتے تھے اور اب انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ جناب مولانا عبد القیوم حقانی نے جب عمار خان ناصر پر تنقید کی تھی تب عمار خان ناصر واقعی قادیانیوں کو مسلمان سمجھتے تھے اور حقانی صاحب کی ان پر تنقید بالکل درست اور برمحل تھی، چاہئے تھا کہ اس حقیقت کے واضح ہوجانے کے بعد آپ واضح الفاظ میں حقانی صاحب سے معذرت کرتے اور قارئین کو بتاتے کہ اس وقت عمار خان صاحب کو قادیانی نواز بتانے میں جناب حقانی صاحب بالکل برحق تھے اور آپ نے ان پر حقائق کو توڑنے موڑنے کا جو الزام لگایا تھا وہ غلط تھا، لیکن افسوس کہ آپ نے اس اہم معاملہ پر بالکل چپ سادھ لی گویا کچھ ہوا ہی نہیں اور پھر بھی آپ اب تک ساری دنیا کو تنگ نظر اور اخلاقیات سے عاری بتانے کی اسی پرانی روِش کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

(۱۱) امیر عبد القادر الجزائری پر لگنے والے اخلاقی الزامات کی جناب عمار خان ناصر نے جو توجیہ کی ہے وہ بھی پڑھنے کے لائق ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جیسے حضرت خالد بن ولیدؓ کی بعض خطاؤں پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ کے باوجود ان کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اسی طرح امیر عبد القادر الجزائری کی غلطیوں سے بھی اس کی عظمت وشان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کاش کہ جناب عمار خان ناصر اپنی اس خداداد ذہانت ونکتہ آفرینی کو الجزائری کے دفاع میں تاویلیں تلاش کرنے کی بجائے حق بات کو سمجھنے کے لیے استعمال کرتے تو ان پر واضح ہوجاتا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی اجتہادی خطا اور امیر عبد القادر الجزائری کی غلطیوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ سے جو خطا سرزد ہوئی وہ ان کی لاعلمی کی بنا پر تھی، الجزائری کے غیر محرم عورتوں کے ساتھ چہل قدمیاں کرنے، مہمانوں کو شیمپئین

پیش کرنے، یہود و نصاریٰ کا بغل بچہ بن جانے کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ تشبیہ دینا ظلمِ عظیم ہے۔ نجانے جناب عمار خان ناصر کو روزِ قیامت اللہ جل شانہ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی بارگاہ میں جوابدہی کا خوف کیوں نہیں آیا۔

(۱۲) امیر عبدالقادر الجزائری کے شام کے عیسائیوں کی مدد کرنے کے عمل کو صحیح یا غلط قرار دینے سے پہلے ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ الجزائری کے شکست کھا جانے، اس شکست کو دل و جان سے قبول کر لینے، اور پھر تا حیات جہاد سے توبہ کر لینے کے بعد اسے بہت بڑا اور عظیم مجاہد قرار دینا جہاد کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ اس کے دیگر نیک کارناموں کی بناء پر، اگر وہ کارنامے نیک تھے، اسے ایک عظیم الشان صوفی قرار دیا جاتا تو شائد برموقع ہوتا، اگر الجزائری اپنے ان ''نیک کاموں'' کی بھاری تنخواہ ساری عمر وصول نہ کرتے رہتے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر جناب الجزائری اتنی ہی عظیم شخصیت تھے جتنا انہیں ثابت کیا جارہا ہے تو اس عظیم ترین شخصیت کی پاکستان میں ''رونمائی'' جناب جان ڈبلیو کائزر کے واسطے سے ہی کیوں ہوئی؟ اسلامی تاریخ میں کوئی اور کتاب ایسی نہیں تھی جو اس عظیم کارنامے کے لیے موزوں ہوتی؟ ایسا تو نہیں ہے کہ جنابِ کائزر نے اپنے خیالات وافکار کو جناب عبدالقادر الجزائری کی شکل میں ڈھال کر اشاعت کے ثواب کے لیے آنجناب کے حوالے کر دیا ہو اور اب صفائیاں دینے کے لیے آپ کو میدان میں چھوڑ دیا ہو؟

(۱۳) آخر میں جناب عمار خان ناصر نے دبے دبے لفظوں میں گھومتے گھماتے یہ اقرار کر ہی لیا ہے کہ جان ڈبلیو کائزر نے اپنی کتاب میں اگر اپنے فکری پسِ منظر، ذاتی رجحانات، اور تعصّبات کو ملحوظ رکھ کر صاحبِ سوانح کے کردار میں تبدیلی کر دی ہو تو کچھ بعید نہیں ہے، لیکن پھر سوال یہ ہے کہ جناب عمار خان ناصر نے اس کی نشاندہی یا اصلاح کیوں نہیں کی؟ جواب سنیے! فرماتے ہیں کہ: ''علمی دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ کائزر نے الجزائری کی شخصیت کو جس طرح سمجھا اور پیش کیا ہے، اسے اسی طرح رہنے دیا جائے''۔ سبحان اللہ! یعنی اگر کوئی شخص اپنے ذاتی رجحانات وتعصّبات کی خاطر دوسرے کی شخصیت کو مسخ کر کے پیش کرتا ہے تو اس کی اس کاوش کو سر آنکھوں پر رکھا جائے، اسے عام کیا جائے، تاہم ''علمی دیانت'' کی خاطر اس کی اس فریب کاری کا پردہ بالکل چاک نہ کیا جائے۔ جناب مولانا زاہد الراشدی اور جناب عمار خان ناصر، دونوں نے اس کتاب کا تفصیل سے مطالعہ کیا ہے، مولانا راشدی صاحب نے صرف کائزر کی ایک خیانت کا ذکر کیا ہے جبکہ جناب عمار خان ناصر نے دورانِ مطالعہ ''کھٹکنے'' والی ایک بات کا بھی ذکر نہیں فرمایا اور ایک کافر امریکی کی لکھی ہوئی کتاب کو ''پوری دیانت داری'' کے ساتھ عوام الناس کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ کیا اس عمل کو ''غیر ذمہ داری'' سے کم بھی کوئی عنوان دیا جاسکتا ہے؟

(۱۴) جناب مولانا زاہد الراشدی نے کائزر کی کتاب کے مقدمے میں فرمایا ہے کہ کائزر نے جناب عبدالقادر الجزائری کے فلسفہ وحدۃ الوجود کو وحدتِ ادیان کی شکل میں پیش کیا ہے۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جناب کائزر نے ہی ایسا کیا ہے اور درحقیقت جناب الجزائری کے نظریات وہ نہیں ہیں جو کتاب میں پیش کیے گئے ہیں، جن میں یہودیوں اور عیسائیوں کو مسلمان کہا گیا ہے؟ کیا اس بارے میں الجزائری کے صحیح خیالات وافکار کسی مستند حوالے سے پیش کیے جاسکتے ہیں؟

امید ہے ان گذارشات پر ضرور غور فرمائیں گے۔

محمد یامین، اسلام آباد

m.yameen2013@hotmail.com

(۳)

جناب عمار خان ناصر صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے زیر ادارت چلنے والے ماہنامہ الشریعہ کے امسال جولائی والے شمارے میں محسن علی نجفی صاحب کا مکتوب کھٹکتا ہوا نظر سے گزرا۔ تعجب خیز باتوں سے بھرا ہوا یہ مکتوب میں ہضم نہ کر سکا۔ اس مکتوب میں کتنا جھوٹ، کتنا سچ ہے؟ اس بارے میں چند باتیں عرض کرنی ہیں۔

ا......میرے خیال میں شیعہ ذمہ داران کو یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ انہیں صرف عوام کا تعاون حاصل ہے، اور فلاں فلاں ''صاحب خیر'' ہمارا حامی و مددگار رہے۔ کیونکہ ایرانی سفارتخانے کی سرگرمیاں، پاکستان کی صدارتی ٹیم کی بالخصوص اور سابقہ حکمران پارلیمانی ٹیم کے بالعموم، ایرانی حکومت کیساتھ تعلقات، اور پاڑاچنار کے فسادات میں ایران کا مالی اور جانی طور پر اہل تشیع کی مدد کرنا ساری دنیا کے سامنے ہے۔ ویسے بھی اگر ایران کے ستر فیصد بجٹ کے درامدِ انقلاب والی بات [گزشتہ ماہ کے عربی مکتوب بطور حوالہ ملاحظہ کریں] پر غور کریں تو ہمارا مندرجہ بالا دعویٰ آشکارا ہو جائے گا۔ گزشتہ کچھ عرصہ میں جب اہم صدارتی شخصیات کے دورہ ایران اور خامنہ ای صاحب کے ''دربار عالیہ'' میں موجودگی کی جو تصویریں انٹرنیٹ پر گردش کرتی رہیں ہیں، اگر ان کا معائنہ کیا جائے تو ان تصاویر میں آپ کو صدر مملکت اور ان کے صاحبزادے بصد احترام، ننگے پاؤں سر جھکائے نظر آئیں گے، اور ان کے بالمقابل بیٹھے خامنہ ای صاحب اعلیٰ ترین مناصب پر فائز اپنے روحانی بیٹوں کے سامنے سر اٹھائے محوِ گفتگو نظر آئیں گے۔

ویسے اگر شیعہ اداروں کو امداد پہنچانے کے لیے اگر چند نمائشی ''مخیّر حضرات'' کا ذریعہ استعمال کیا جاتا ہو تو بھی ''غیر ملکی قوت'' سے موصول ہونے والی امداد کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر ہے کہ جس ملک کے سربراہان شیعہ جیسی حساس اقلیت سے تعلق رکھتے ہوں، وہاں ''جامعہ الکوثر'' جیسے بڑے بڑے اداروں کی موجودگی ناگزیر ہے۔

۲......شیعہ مکتوب نگار نے پاکستان کے شیعوں کی ایران سے وفاداری کا انکار کیا ہے۔ شیعہ اگر اپنے روحانی مرکز کی، جس نے ہمیشہ ہر معاملے پر پشت پناہی کی ہے، وفاداری نہیں کریں گے تو کس سے کریں گے؟ مزید لکھا ہے کہ ''نواصب کو چھوڑ کر ہم یہاں کے رہنے والوں سے بھی محبت رکھتے ہیں''۔ بالکل سچ فرمایا، سنّی مسلمان، جنہیں آپ عموماً نواصب کے لقب سے یاد کرتے ہیں، ان کے علاوہ آپ ہر ہندو، سکھ، عیسائی سے محبت کر سکتے ہیں لیکن سنّی مسلمان سے آپ کی محبت؟ ناممکن...نواصب سے کون مراد ہیں؟ میں آپ کے ''شیخ الاسلام'' ملا باقر مجلسی کا حوالہ عرض کرتا ہوں، ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

''جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت علی سے پہلے خلیفہ مانتا ہو، وہ ناصبی ہے۔'' (حق الیقین ص ۵۲۱)

نیز سنّی مسلمان کی جو قدر و قیمت آپ حضرات کے یہاں ہے وہ بھی انہی ''شیخ الاسلام'' صاحب کی زبانی بیان ہو جائے تو بہت مناسب ہے۔ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کتّے سے بدتر مخلوق پیدا نہیں کی، اور ناصبی خدا تعالیٰ کے نزدیک کتے سے بھی بدتر ہے''۔ (حق الیقین ص ۵۱۶)

یہ ملا باقر مجلسی وہ صاحب ہیں جنہیں شیعہ کے ہاں قدوۃ المحدثین، عمدۃ المجتہدین اور شیخ الاسلام کا درجہ حاصل ہے اور جن کی کتب کے مطالعہ کی جناب خمینی نے شیعہ حضرات کو بارہا تاکید فرمائی ہے۔ تعجب ہے کہ اب بھی آپ سنّی حضرات کو اپنی ''محبت'' کا جھانسہ دینے کی کوشش کرتے ہیں:

وعدہ کوئی جھوٹا، کوئی جھوٹی سی تسلّی
دل کیسے کھلونوں سے بہلنے کے لیے ہے

محترم مدیر صاحب! میں آپ کے توسط سے شیعہ مکتوب نگار کو یاد دلانا چاہوں گا کہ پاڑا چنار میں سینکڑوں اہل سنت بشمول بچوں اور عورتوں کا قتل عام، ناموس صحابہؓ کے عنوان سے کام کرنے والے بیسیوں علماء کرام اور ہزاروں مذہبی کارکنوں کی سپاہ محمد کے ہاتھوں شہادتوں اور گزشتہ کچھ عرصہ میں چکوال، جہلم اور جھنگ میں اہل سنت کی مقدس شخصیات کی سرعام کیجانیوالی توہین کے واقعات بھی ملت تشیع کی جانب سے ''والہانہ محبت'' کے مظاہر ہیں۔ مکتوب نگار لکھتے ہیں ''اس وطن کی تعمیر میں ہمارا بھی بہت وافر حصہ ہے''۔ اس جملے پر صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ جناب محسن علی نجفی صاحب! سکندر مرزا، آصف علی زرداری اور الطاف حسین جیسی کٹر شیعہ شخصیات کا واقعتاً پاکستان کی ''تعمیر و ترقی'' میں بہت وافر حصہ ہے۔

۳......اگر تو شیعہ مکتوب نگار کا موقف یہ ہے کہ پاکستان اور ایران کے مابین کبھی جنگ چھڑ ہی نہیں سکتی، تو میرے خیال میں یہ ان کے ''تخیل کی اپچ اور بدگمانی کا کرشمہ'' ہے۔ اگر زمینی حقائق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پاکستان اور ایران نظریاتی طور پر ایک دوسرے کے بالکل الٹ، بلکہ دشمن کہیں تو زیادہ حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ سرحدات پر ان دو مختلف نظریات کا ٹکراؤ بدامنی اور تخریب کاری کا باعث بنا رہتا ہے، اور ان دو مختلف عقائد و نظریات کی کشمکش کسی بھی بڑی جنگ کا باعث بن سکتی ہے۔ مثال کے طور پر بیسیوں میں سے چند واقعات پیش کروں گا۔

ا.....۲۷ جنوری ۲۰۱۲ کو ایرانی فوجی دستوں نے پاکستانی سرحدات میں بلا اشتعال شدید فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں ۶ پاکستانی افراد شہید اور ۴ شدید زخمی ہو گئے تھے۔

ب.....۸ دسمبر ۲۰۱۱ کو ایرانی فوجی دستوں نے پاکستانی بحری سرحد میں فائیرنگ کر کے ۳ مچھیروں کو شہید اور ۲ کو شدید زخمی کر دیا تھا۔

پ.....اس سے قبل مشرف دور میں ایرانی فوج کی جانب سے پاکستانی سرحد میں راکٹ فائر کرنے کے کئی واقعات ہوئے، اور اب بھی کشیدگی کے باعث پاک ایران سرحد بند ہے۔

۴.....شیعہ مکتوب نگار کا یہ لکھنا کہ ’’اہل تشیع قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور اور قرآن اہل ایمان کے مابین جنگ چھڑنے پر دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرانے یا زیادتی کرنے والے گروہ کے مقابلے میں کھڑے ہو جانے کی تعلیم دیتا ہے‘‘ بھی کافی غور طلب ہے، کیا شیعہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں؟ میں صدیوں پہلے کی شیعہ کتب کے حوالے نہیں دیتا، اسی پاکستان سے شائع ہونے والے مشہور شیعہ ماہنامے ’’خیر العمل‘‘ کے اقتباس نقل کرتا ہوں جو صفِ اوّل کے شیعہ مجلّات میں سے ایک ہے۔ اس ماہنامہ کے شمارہ نومبر ۱۹۸۷ء میں اسی ماہنامہ کے مدیرِ اعلیٰ ڈاکٹر حسن عسکری صاحب لکھتے ہیں:

۱......اگرچہ حضرت علی کے مرتب کئے ہوئے قرآن کو سرکاری طور پر مسترد کر دیا گیا تھا، مگر انہوں نے اپنی ظاہری خلافت کے دور میں بھی اسے رائج کرنے کی کوشش نہ فرمائی مگر انہوں نے یہ ضرور کیا کہ مفسرین قرآن کی ایک جماعت بنائی جس نے قرآن مجید کے معانی ومطالب کو ماثورہ روایات واحادیث سے محفوظ کر لیا۔ اور وہ بتلاتے چلے گئے کہ اس جمع شدہ قرآن میں ترکیب وترتیب اور آیات کی تقدیم وتاخیر میں کیا کیا خرابی ہوئی ہے۔

۲.......یہ الٹ پلٹ اتفاقاً ہوئی یا غفلتاً، عمداً یا التزاماً، مگر اس سے کلام اللہ میں مبحث خلط ملط ہو کر رہ گئے۔

قرآن پاک نے کفار کو جو چیلنج دیا ہے کہ اس قرآن کے مثل کوئی ایک سورت بھی بنا کر دکھاؤ تو اس کے متعلق لکھتے ہیں:

۳.......آج بھی اللہ کا یہ چیلنج قرآن واللہ ورسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کے لیے قائم ہے مگر جامعین قرآن کی غلط ترتیب سے یہ غیر منطقی بلکہ قدرے مضحکہ خیز بن گیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

۴.....الٹا غیر منطقی ہونے کا الزام اللہ تعالیٰ پر دھرنے کی بجائے یہی بہتر ہے کہ جامعین ومرتبین قرآن پر اسے دھرا جائے جنہوں نے اِدھر کی آیت کو اُدھر جوڑ دیا اور اُدھر والی کو اِدھر۔

۵.....قرآن بین الدفتین جمع کرنے والوں اور اس پر اعراب واوقاف لگانے والوں کا مطمحِ نظر بڑی آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے جب یہ سمجھ لیں کہ سقیفائی خلافتوں (چونکہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سقیفہ بنو ساعدہ میں منعقد ہوئی تھی اس لئے حضرات شیعہ خلفائے ثلاثہ کے لیے سقیفائی خلافت کا لفظ استعمال کرتے ہیں) کی مدِ مقابل وہی شخصیت تھی جسے آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد خلافت پر نصب ومقرر کیا تھا یعنی علی بن ابی طالب علیہ السلام، لہٰذا ان کے متعلق آیات پر ہی سقیفائی رندہ پھیرا گیا اور ایک موٴطا قرآن تیار کیا گیا جس میں فضائلِ علی کی صفائی کی گئی۔

۶......تنزیل قرآن میں بنو امیہ اور دوسرے قریش کے ستر منافقین کے بدنام نازل ہوئے تھے جو مصحف عثمانی سے مفقود ہیں۔

کیا اب بھی جناب نجفی صاحب یہ راگنی گائیں گے کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں؟

جناب نجفی صاحب! کیا شام میں ایک لاکھ سے زائد اہل سنت کے قتل عام میں شامی نصیری حکومت وفوج، ایرانی فوج اور حزب اللہ ملوث نہیں؟ کیا حافظ الاسد نے اپنے دور میں حماہ شہر کی گلیوں کو پچاس ہزار اہل سنت کے خون سے رنگین نہیں کیا؟ کیا عراقی شیعہ حکومت ہزاروں اہل سنت کے قتل کی ذمہ دار نہیں؟ کیا ایرانی حکومت اہل سنت کے حقوق

چھیننے کی ذمہ دار نہیں؟ کیا ایرانی فضائیہ نے حضرت خالد ابن ولیدؓ کے مزار پر بمباری نہیں کی؟ کیا حضرت ثابت بن قیسؓ کے مزار مبارک اور جسد اطہر کی بیحرمتی کاندھوں پر افسری کے تمغے سجائے شامی فوجی افسران نے نہیں کی؟ کیا پاڑا چنار میں سینکڑوں اہل سنت کے قتل کی ذمہ دار مقامی شیعہ آبادی نہیں؟ کیا حج کے موقع پر دھماکے اور بدامنی پھیلانے کا ذمہ دار ایران نہیں؟ ابھی میں جب یہ سطور لکھ رہا ہوں، شام کے اہل سنت اکثریت والے شہر حمص کے شامی فوج کی جانب سے کیے جانیوالے محاصرے کو ایک سال سے زائد عرصہ ہونے کو ہے، روزانہ کئی افراد بھوک کی وجہ سے شہید ہو رہے ہیں، مقامی علماء نے اس حالت میں بلی اور گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی ہے، اور مقامی اہل سنت صرف حضرت خالد ابن ولیدؓ کے مزار اور جسد کو نصیری فوج کے انتقام سے بچانے کی خاطر حمص شہر شیعہ فوج کے حوالے کرنے کو تیار نہیں۔ اللہ اکبر! محسن علی نجفی صاحب! کیا وجہ ہے ہزارہ کے شیعہ کا نقصان ہوتا ہے، یا بحرین میں شیعہ کے خلاف کریک ڈاؤن تو ساری ملت شیعہ پاکستان کی سڑکوں پر سراپا احتجاج نظر آتی ہے، مگر ایرانی، عراقی اور شامی حکومتوں کے جرائم پر اتنی خاموشی؟ اگر شیعہ، سنیوں کو بھی مسلمان اور اپنا بھائی سمجھتے ہیں تو ان کے اوپر ہونے والے دلدوز مظالم پر اتنی بے حسی اور خاموشی کیوں؟ کیا اکابرین شیعہ نے ان حکومتوں کے جرائم کے خلاف فتوے جاری کیئے؟ کیا عراق کے مرجع کے جس کے ساتھ آپ کی نسبت ہے نے ان جرائم کی روک تھام کیلئے کوئی اقدام کیا؟ زیادتی کرنے والے گروہ کا مقابلہ کرنا تو دور کی بات، اکابرین شیعہ تو ان حکومتوں کی تعریف و توصیف میں مگن ہیں۔ ظلم تو یہ ہے کہ معتبر شیعہ علماء کی سرپرستی میں کام کرنے والا ادارہ ''پیام اسلامی ثقافتی مرکز'' تو حزب اللہ کے مثالی اور قابل تقلید طرز عمل کی تشہیر اور ادارہ ''سچ ٹی وی'' شامی حکومت کی صفائیاں پیش کرتا رہا ہے۔ پس قوم شیعہ کے اس طرز عمل پتا چلتا ہے کہ یا تو اہل تشیع کا قرآن پر ایمان نہیں ہے، یا پھر وہ اہل سنت کو اہل ایمان سمجھتے نہیں۔

۵.....شیعہ مکتوب نگار نے اپنی تحریر میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ انہیں پاکستان سے تعلق رکھنے والی کسی شیعہ عسکری تنظیم کا علم نہیں جو شام میں جا کر لڑ رہی ہو، اور اگر کوئی ایسی مفروضہ تنظیمیں ہوتیں تو وہ پاکستان میں دہشت گردی کا شکار ہونے والوں کا دفاع کرتیں، وغیرہ وغیرہ۔ تو عرض یہ ہے کہ اہل تشیع کو ایران کے علاوہ تقریباً وہ تمام مسلم خطے جہاں شیعہ کی ایک معقول آبادی موجود ہے، ایسی نام نہاد ''دہشت گردی'' کا سامنا ہے، مگر شام کا مسئلہ ملت شیعہ کے لیے خطے میں قائم فوجی برتری کی بقاء کا مسئلہ ہے۔ اسی لیئے ملت شیعہ ہر قسم کی چھوٹی موٹی مشکلات کو بالائے طاق رکھ کر شامی نصیری حکومت کو بچانے کے لیے میدان میں کود پڑی ہے۔ مثال کے طور پر:-

ا۔ لبنان میں شیعوں کو شیخ احمد الاسیر کے سنی پیروکاروں کی طرف سے شدید چیلنجز کا سامنا رہتا ہے۔ خصوصاً لبنان کے سرحدی شہر طرابلس اکثر حزب اللہ اور سنیوں کے درمیان میدان جنگ بنا رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود شام کے شہر القصیر کی جنگ میں حزب اللہ نے خصوصی طور پر شرکت کی تھی۔ حزب اللہ نے اس جنگ کو کتنی اہمیت دی؟ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے حزب اللہ کے دستوں کی کمان حسن نصر اللہ کے بھائی خضر نصر اللہ کے ہاتھ میں تھی جو کہ اس جنگ میں مارا گیا تھا۔ اس کے جنازے کی انٹرنیٹ پر موجود ویڈیو اس بات کی شاہد ہے۔

ب۔ عراق میں شیعی حکومت کے مظالم کے جواب میں القاعدہ کے ارکان اکثر شیعہ عسکری قوتوں پر حملے کرتے رہتے ہیں، اور اب تو بہت سے سنی قبائل نے بھی ان مظالم کے جواب میں القائدہ کے شانہ بشانہ اس لڑائی میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ بہت سے قبائلی علاقوں میں کسی بھی شیعہ یا حکومت سے متعلق شخص کا داخلہ ممنوع ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود عراقی شیعہ تنظیموں، ابوفضل عباس بریگیڈ اور جیش المہدی کے سیکڑوں اہلکار دمشق کے علاقے میں مارے جا چکے اور کئی حریت پسندوں کی حراست میں ہیں۔

پ۔ یمن میں جب سے حوثی قبیلہ سے تعلق رکھنے والے اہل تشیع نے ایرانی اسلحہ کے بل بوتے پر اپنے اڑوس پڑوس میں اہل سنت پر حملے شروع کیے ہیں، تب سے القاعدہ کے ارکان کئی حملوں میں حوثیوں کو شدید نقصان پہنچا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ حوثیوں کی اعلیٰ ترین قیادت یعنی حوثی سردار، بدرالدین حوثی اور حسین الدین حوثی بھی ایک خودکش حملے میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ لیکن اس کے باوجود بہت سے یمنی شیعوں کی شام میں ہلاکتوں کی خبریں آ چکی ہیں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محسن علی نجفی صاحب کو اگر پاکستانی شیعوں کی شام میں موجودگی کی خبر دی گئی ہے تو انہیں ''ہمیں علم نہیں'' اور ''اگر مفروضہ تنظیمیں ہوتیں تو اپنے ہم وطن شیعوں کا دفاع کرتیں'' جیسی بے وجہ تاویلات کر کے جان چھڑانے اور حیران ہونے کے بجائے تسلیم کر لینا چاہیے تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ اگر پیشوایانِ شیعہ حقیقت کو تسلیم کر لیں گے تو اپنے مذہب کا وجود کیسے برقرار رکھ پائیں گے؟۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ حقیقت اور انصاف پسندی جیسے جذبات سے عاری اپنی عوام کو کیا منہ دکھائیں گے؟

۶.... شیعہ مکتوب نگار نے اپنے پانچویں نمبر کے تحت دہشت گردی کی اپنی ملت کی طرف نسبت کا انکار کیا ہے۔ مندرجہ بالا سطور میں ہم نے ملت شیعہ کی موجودہ دور میں کی گئی دہشت گردی کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر ماضی میں ملت شیعہ کی مسلمانوں سے کی گئی غداریوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان کا ایمان بالقرآن کا مفروضہ مزید واضح ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں مکتوب نگار نے تکفیر کی نسبت کا بھی انکار کیا ہے، حالانکہ اہل سنت کی تکفیر کی بیماری ان کے ہاں عام ہے۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ کی تکفیر تو بہت سے علماء کے خطبات کا لازمی جزو اور ان کے سینکڑوں سالہ لٹریچر کی شان اور جان ہے۔ نعوذ باللہ! نجانے اصول کافی اور انوار البحار جیسی بیسیوں کتب میں تکفیر کے زہر بھرے تیر کن بدنصیبوں کی قسمت کا حصہ بنائے گئے ہیں۔ پس، ثابت ہوا کہ شیعہ مکتوب نگار نے دہشت گردی اور تکفیر کے ''تِلک'' کو اپنے ماتھے سے ہٹانے کی ناکام کوشش کی اور لگتا یہ ہے کہ ''وہ اپنے عالم تصور میں چیزوں کو بالکل الٹا دیکھتے ہیں''۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں حقائق کو جاننے کی توفیق دے اور حقائق کو مسخ کرنے کی جسارت سے ہمیں دور رکھے۔ اے اللہ! تو ہمیں منافقوں سے اور اسلام کے پردے میں چھپے اسلام کے دشمنوں سے بچا۔ بیشک تو دعاؤں کو سننے والا ہے۔

محمد حمزہ بلال ہنجرا (بھوانہ، چنیوٹ)

hamzah.hanjra@gmail.com

[گزشتہ شمارے میں جامعۃ الکوثر کے مدیر شیخ محسن علی نجفی صاحب کے ایک مکتوب کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا تھا۔ صاحب مکتوب کی خواہش پر اس کا اصل عربی متن بھی یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)]

قرات رسالة باللغة العربية فى مجلتكم الموقرة ردا على رسالة الدكتور ممتاز احمد رئيس الجامعة الاسلامية العالمية اسلام آباد تثور على شيعة باكستان وتذكر مدارس الشيعة فى اسلام آباد۔ يقول كاتب الرسالة فى لحن بما يليقه "ان فى اسلام آباد سبع جامعات شيعية كبيرة اصغرها تفوق اكبر جامعة سنية بمراحل وجامعة الكوثر فى قلب العاصمة تدير قناة بالاردية بنفس الاسم"۔

اقرا هذه العبارة "اصغرها تفوق اكبر جامعة سنية بمراحل"۔

اقدم اليكم ملاحظاتى على هذه الرسالة ونلفت نظركم بان غرضى من تقديم هذه الرسالة هو بيان عدم مصداقية النكات التى تتعلق بنا وليس غرضى الدفاع عن اعمال غيرنا۔

١۔ انى ادير مدرستين فى اسلام آباد: جامعة اهل البيت اسست سنة ١٩٧٥ء وجامعة الكوثر اسست سنة ١٩٩٢ء وليست لهاتين المدرستين ولقناة (هادى) وليس (الكوثر) اية صلة مع اى جهة اجنبية لا سياسيا ولا اقتصاديا ولا اداريا على الاطلاق، وان اسماء المتبرعين لبناء جامعة الكوثر مكتوبة على جدران الجامعة۔

٢۔ يقول كاتب الرسالة "لماذا قضت ايران على جميع المراجع الشيعية وسحبت البساط من تحت اقدام نجف"۔

ليس فى وسع احد القضاء على المرجعية الدينية لانها عندنا ليست تابعة لاى سياسة كما ان المرجع الاعلى للشيعة الآن فى العراق فى النجف الاشرف۔

٣۔ وان كان هناك انتماء فاننا ننتمى الى المرجعية فى العراق وباذن من المرجع فى العراق ناخذ الاموال الشرعية من الناس وتدار المدارس الدينية بها، كما ان الديوبندى ينتمى الى جامعة ديوبند الاسلامية ويراجع الى علمائها لما لها من الاصالة والاتقان۔

٤۔ يقول كاتب الرسالة "قل لى بربك هل يوالى شيعة بلدك باكستان بلدهم ام يوالون ايران؟"

ماذا اعلق على هذه الكلمات سوى ان اقول: انا لله وانا اليه راجعون؟ اننا نحب بربنا وطننا العزيز باكستان وانه احلى وطن واننا نحب اهل هذا الوطن سوى النواصب۔ واننا قدمنا تضحيات ليست باقل من اى مواطن آخر عندما نشبت الحروب بين باكستان وبين اعدائها، وان سهمنا اوفر فى بناء هذا الوطن۔

واما قوله "واذا لا سمح الله نشبت حرب بين البلدين الا يقاتلون فى خندق ايران؟"

فهو وليد زعمه وسوء ظنه بل هو مما يقوله السوقة حيث لا تكون امانة فى النقل ولا حاجز من تقوى الله، ولانه تنبئ منه بما لم يقع ولن يقع من الذين يؤمنون بالقرآن اذ القرآن يحكم بوجوب القيام بالاصلاح او القيام بوجه المعتدى عند نشوب حرب بين المومنين، ويمكن ان يكون هناك اخطاء فى تشخيص الموضوع۔

٥۔ اننا لا نعرف مليشيات شيعية باكستانية تقاتل فى سورية۔ اليس كان من الواجب على هولاء المليشيات المزعومة ان تدافع عن ضحايا الارهاب فى باكستان وان تقاتل الذين يقومون بعمليات انتحارية بين حين وآخر ويسفكون دماء الابرياء العزل من النساء والصبيان ويهتكون حرمات المساجد وبيوت المسلمين، خاصة الشيعة منهم؟

٦۔ ومما يضحك به الثكلى نسبة كاتب الرسالة الارهاب والتكفير الى الآخرين، كانه يرى الاشياء فى عالم الخيال معكوسا۔

٧۔ الم يكن من المناسب لكتاب الرسالة المثقف مراعاة ادب النقد واختيار اسلوب حضارى فى الخطاب؟ وكانى اشم رائحة .... من اظافر قلمه۔

هذه ملاحظاتى على النكات التى تتعلق بنا ومن هو اعرف بامورنا منا۔

واخيرا نسئل المولى سبحانه ان يوفقنا للوصول الى الحقائق ونعوذ به من ان نرتكب بقلب الحقائق۔ اللهم جنبنا من الافتراء ومتابعة الاهواء ولا تفتنا بالحقد والبغضاء، انك سميع الدعاء۔

والسلام على من اتبع الهدى وخشى عواقب الردى۔

محسن على
مدير جامعة الكوثر، اسلام آباد